

## ماحول پر قابو کس طرح حاصل کیا جائے؟

ڈاکٹر میرولی الدین، ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی (لندن پیرسٹریٹ)  
(قسط نمبر ۳)

یادیں کھو کر ہماری زندگی ایک تیرہ گاہ ہے۔ حق تعالیٰ ہمارے معلم اور استاد ہیں، روز  
مرہ کے واقعات اور حادثات وہ آلات ہیں جن کے ذریعہ ہماری سیرت کی تکمیل کی جا رہی ہے۔  
دنیا کی مثال ایک "روح ساز وادی" سے دی جاتی ہے۔ یہاں کبھی غم کے مضراب سے اور کبھی خوشی  
کے تاروں سے سیرت کے خفہ نغمے بیدار کئے جاتے ہیں! راحت و غم، بلا و طرب، لذت و الم ہمیں  
اپنا سلوک طے کرنے میں مدد دے رہے ہیں، دونوں ہمارے لئے خیر ہیں، ان میں سے کس سے  
ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی جاسکتی ہے

بس زبونِ دسوسہ باشی دلا

گھر طرب را باز دانی از بلا

موت و حیات کی تسلیق، قرآن حکیم کے الفاظ میں، اس لئے ہوئی ہے کہ اس امر کی آزمائش  
کی جائے کہ ہم میں کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے:

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا (الک ۷۱)

جب حقیقت یہ ہے تو عارفانہ زندگی کے تغیرات سے گھبراتا ہے نہ ان سے بھاگنے کی  
کوشش کرتا ہے، یہ تو اس کی تادیب و تڑکیہ کے لئے ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔ ان تغیرات  
و تحولات سے وہ اسی طرح سبق لیتا ہے جس طرح کہ ایک ذہین و معنی طالب علم استاد کی تقریر  
و تعلیم سے استفادہ کرتا ہے اپنے جہل کو دور کرتا ہے، اپنے نفس کا تزکیہ، قلب کا تصفیہ

اور اپنے دماغ کا خیالات فاسدہ سے تخلیہ کرتا ہے! ان واقعات و تغیرات کی حیثیت اس کی نگاہ میں ایک پردہ کی سی ہے اور اس پردے کے پیچھے وہ حق تعالیٰ ہی کو مصروفِ عمل دیکھتا ہے اور شیخ جیلانی کے الفاظ میں حق تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے:

مَا تَشْهَدُنِي مُخَلَّقًا فَاعْلَيْتِكَ فِي لِي بِرُودِ كَارِجِي بِرَشِي فِي اِنْبِي فَاَعْلَيْتِكَ  
 كَلِّ مَشْعُورٍ حَتَّى لَا اَسْأَلُ فَاَعْلَا غَيْرِكَ كَا مَشَاهِدَةٍ نَصِيبٍ كَرْتَا كَرْتَا سَوَا كَسِي كُو فَاَعْلَا  
 مَا كُونُ مَطِيئًا نَعْتًا جَرِيًا تَا اَنْدَا اَمَّا نَهْ نَهْ دِي كَهْلِي تَا كَرْتَا تَا كَرْتَا كَرْتَا جَارِي هُونِي سِي  
 مَطِيئًا هُو جَاوِي اُو رْتِي بِرُ حَكْمًا كَا مِطِيْعًا وَ فَرْمَا  
 مُتَقَارًا بِكَلِّ حَكْمِي -  
 برداں سی جاؤں۔

اسی علم و عرفان کے ایک متوالے کی زبان سے یہ سریلے نغے نکلے ہیں:

یارِ یستِ مرادِ رائے پردہ حسنِ رخِ او سزائے پردہ

عالمِ ہمہ پردہ مسور اشیا رہہ نقشہائے پردہ

ایں پردہ مرا ز تو جدا کرد اینست خود اقتصلائے پردہ

نے نے میانِ ما جدائی ہرگز نکلند غطائے پردہ (لا اعلم)

جاہل تغیرات کو پسند نہیں کرتا۔ اس سے کیسیدہ خاطر ہوتا ہے، ان کا مقابلہ کرتا ہے،

مزمحم ہوتا ہے؛ لیکن زندگی دائمی تغیر کا نام ہے، سکونِ محال ہے قدرت کے کارخانے میں اس

لئے ماہل کا مقابلہ خود زندگی کے قانون اور اس کی قوتوں سے ہے! یہ قانون اور اس کی قوتیں

مقصد و غایت کے لحاظ سے منصفانہ اور بہرمان اور عمل کے لحاظ سے غیر جانبدار اور آفاقی

شکست ہوتی ہیں!

ہیں زندگی کے واقعات و تغیرات کا مقابلہ نہیں کرنا چاہیئے بلکہ ان کے ساتھ برضا و رغبت

استراکب عمل کرنا چاہیئے! یعنی ہیں اس سبق پر نگاہ رکھنی چاہیئے جو ہیں ان واقعات و تجربات

کے دریاہ دریا جارہے ہیں کیونکہ جب ہم اس سبق کو یاد کر لیتے ہیں اور اس کے مطابق اپنی سیرت و عمل

میں تھر پید کر لیتے ہیں تو پھر یہ تکلیف دہ، ناخوشگوار اور الٹا ناگ واقعات و تجربات رونے ہو جاتے ہیں اور طمانیت و برد قبلی ہمیں نصیب ہوتا ہے۔ حقیقی معنی میں کامیاب زندگی کا راز حق تعالیٰ کے ارادے اور مقصد کے ساتھ توافیق و اتحاد ہے! اور اس مقصد والہ ارادہ کا اظہار ان ہی واقعات و تجربات و تغیرات میں ہو رہا ہے جس کے ساتھ توافیق ضرور رکھنا ہے جس کا شرع کی زبان میں توافیق بالقضاء نام ہے جس کو "رضا بالاعطاء و حفظ حال" سے بھی تعبیر کیا گیا ہے! اسی لئے واقفانِ راز نے کہا ہے کہ

بدریں سپاس کہ مجلس منورست بنناز گرت جو شمع جفائے رسد بسوز و بساز

ہمیں دنیا میں اس لئے دیکھا گیا ہے کہ تجربات کے ذریعہ سیرت کی تکمیل کریں، اپنی پوشیدہ و نہفتہ روحانی قوتوں کو ظاہر و نمایاں کریں جو الہی قوتیں ہم میں بالقویٰ ہیں انھیں بالفعل کو ساما اور ہم اسی صورت میں ارادۃ اللہ کے ساتھ توافیق قائم کر سکتے ہیں جب ہم اپنی زندگی کے واقعات و تجربات کے ساتھ برضا و رغبت اشتراک عمل کریں، اور جو سبق وہ ہمیں سکھانے کے لئے رونما ہو رہے ہیں انھیں سیکھیں نہ کہ ان سے تباہی برتنے کی کوشش کریں۔

ریاضِ بندگی رعنا ترازشخ گلست

گودنے کز بار تسلیم درناخم می شود! (ملاشاہ احد)

تمام تجربات کا مقصد ہمیں اس راہ پر لے جاتا ہے جو خدا کی طرف لے جاتا ہے! ہم اپنے جہل کی وجہ سے اس راہ سے بھٹک جاتے ہیں، دور جا پڑتے ہیں! جذبات و شہوات ہمیں صراطِ مستقیم سے ہٹا لے جاتے ہیں! صراطِ مستقیم کی طرف ہمارے قدم اسی وقت اٹھ سکتے ہیں جب ہماری سیرت کی تکمیل ہو اور ہمارا روحانی ارتقا عمل میں آئے! اب زندگی میں رضا ہونے والے سارے تجربات و واقعات ہماری سیرت کی تکمیل کرتے ہیں اور ہمارے روحانی ارتقا میں مدد دیتے ہیں تاکہ ہم اس صراطِ مستقیم پر جو حق تعالیٰ کی طرف ہمیں لے جاتا ہے چلیں! لہذا تجربات و حالات خوشگوار ہوں یا ناخوشگوار، مسرت بخش ہوں یا غمناک، بہر طور یہ ہمارے خیر برتر کے حصول کے لئے ضروری و لا بدی

ہیں، ان میں ہمارے لئے ہلاکت کا ایک سبق پوشیدہ ہوتا ہے جس کو معلوم کرنے اور جس پر عمل پیرا ہونے کی ہمیں کوشش کرنی چاہیے اور جو لہی، ہم نے اس ہلاکت پر عمل کرنا شروع کر دیا ہے اس شقاوت و گمراہی سے نجات مل جاتی، اور ان سے پیدا ہونے والے نتائج، ضیق، خوف و تڑپ سے بھی!

فَمَنْ أَسْبَحَ هَذَا أَيُّ فَلَا يَصِدُّ وَلَا يَشْقَىٰ تَوْشِيحًا سِرِّيًّا اتِّبَاعُ كَرَمٍ كَأَنَّكَ نَهْمٌ هُوَ  
وَمَنْ أَمْرًا مِّنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً اور نہ شقی اور جو شقی سیری نصیحت سے اعراض  
فُنْكَ وَنَحْمُكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ۔ کریگا تو اس کے لئے رنگی کا جینا ہوگا اور قیامت  
دلہ ۱۷۱) کے روز ہم اس کو اندھا کر کے اٹھائیں گے۔

ہر تجربہ، ہر واقعہ زندگی کا خیر لامتناہی کی طرف لے جاتا ہے، تصادم کی بجائے اس سے  
توافق ہی سب سے بڑی حکمتدی ہے، رضا یا القضا اسی کو کہا جاتا ہے، ہماری زندگی میں کوئی  
حادثہ نہیں نازل ہوتا مگر وہی جو حق تعالیٰ نے ہمارے لئے مقدر فرمایا ہے، وہ ہمارے مولیٰ میں  
آقا ہیں، ہمیں اپنے سب کام ان ہی کے سپرد کر دینے چاہئیں۔

قُلْ لَنْ يَغْنِبْنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ۔

شاد و خندان پیش تیغش سر بنہ

(رومی)

ہیچو اسمعیل پیشش سر بنہ

تمام تجربات و حادثات دوا و معالجات کی غرض سے ظہور پذیر ہوتے ہیں اور جب ان کا مقصد  
پورا ہو جاتا ہے تو وہ غائب ہو جاتے ہیں، بھران دردناک حادثات کی تکرار عمراً نہیں ہوتی  
بھراحت و طمانیت ہی میں زندگی گزرتی ہے:

بسر دو گرم جہاں خاطر چورامی شد

(سلیم)

تمام عمر تراپ سرد و نان گرم است

جب تک ہم حادثاتِ زمانہ سے سبق نہیں لیتے، کجروی و گمراہی میں مبتلا رہتے ہیں، اتباع

شہوات میں گرفتار رہتے ہیں اور ان مصائب و آفات کو خود پیدا کرتے رہتے ہیں جن سے ہم نجات پانا چاہتے ہیں! جب ہم نے سبق ہدایت حاصل کیا، ہماری سیرت بدلتی ہے، ہم میں اتھوری کے صفات پیدا ہوتے ہیں، ہمارا نقطہ نگاہ بدلتا ہے؟ قانون الہی کے مطابق ہم غمگن کرنے لگتے ہیں، حق تعالیٰ سے ربط قائم کرنے لگتے ہیں، ان کی ہدایت پر عمل پیرا ہونے لگتے ہیں۔ آفات و مصائب کا درود جس غرض کی تکمیل کے لئے ہو رہا تھا اب وہ غرض چونکہ پوری ہو چکی ہوتی ہے، وہ بھی بتدریج غائب ہونے لگتے ہیں!

درود ناک تجربات و حادثات ہی سے ہمیں سبق ہدایت حاصل کرنا کافی نہیں بلکہ ان تجربات و حالات سے بھی جو خوشگوار اور راحت بخش ہوتے ہیں ہمیں سبق سیکھنا ضروری ہے۔ آسائش و نعمت کی حالت میں بھی ہمیں شکر کے ذریعہ حق تعالیٰ کی یاد میں رہنا چاہیئے چنانچہ تاکید کے ساتھ حکم دیا گیا ہے کہ فلیکثر اللہ ما عند الرزاق۔ چین و آسائش کے وقت زیادہ دعا کرتے رہو۔

چین کی حالت میں دعا کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہر نعمت کو حق تعالیٰ ہی کی طرف سے سمجھا جائے وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَبِنِ اللّٰهِ۔ کیونکہ درحقیقت نعم و قاسم نعمت حق تعالیٰ ہی ہیں، لہذا ان ہی کی مرضی کے مطابق نعمتوں کا استعمال ضروری ہے۔ جب ہم نعمتیں عطا کی جاتی ہیں، جب ہم عافیت کی حالت میں ہوتے ہیں، جبہ میں صحت و تندرستی ملتی ہے۔ امراض و آلام سے محفوظ ہوتے ہیں، فراخی و آسائش سے متمتع ہوتے ہیں تو یہ سب ہمارا آزمائش و ابتلا کے لئے ہوتا ہے، دیکھا جاتا ہے کہ اس عافیت کے نتیجہ کے طور پر ہم میں کبر و عجب تو نہیں پیدا ہو گیا، ہم شہوتوں و لذتوں کے درپے تو نہیں ہو گئے، موجودہ نعمتوں کو حقیر و خوار تو نہیں سمجھنے لگے اور ان نعمتوں میں عیب و نقصان تو نہیں نکالنے لگے؟ دیکھا جاتا ہے کہ کیا نعمتوں و راحتوں کی وجہ سے ہم حق تعالیٰ کی اطاعت سے روگرداں ہو کر گمنا ہوں، اور معصیتوں میں مہمک تو نہیں ہو گئے؟ اسی لئے سمجھا جاتا ہے کہ نعمت کی

آزمائش مصیبت کی آزمائش سے زیادہ سخت ہوتی ہے، خوشی کا فتنہ تکلیف کے فتنے سے بہت بڑا ہوتا ہے۔ صاف بات ہے کہ گناہوں پر قدرت ہونے کے باوجود ان سے رک جانا یا بھر کرنا بہت دشوار ہوتا ہے! عیش و آرام سے انسان کا جسم فریبہ ہونے لگتا ہے عیش و آرام بغیر اس کو صبر نہیں آتا اور دوام عیش اسی وقت ممکن ہے جب اس کے حصول میں وہ لوگوں سے مدد چاہے اور ظالموں سے التجا کرے اور یہ امور نفاق، کذب، ریا، بظن، دشمنی کا سبب بوجاتے ہیں اور ان سے تمام روحانی مہلکات پیدا ہوتے ہیں! قلب کے سارے امراض جنم لیتے ہیں اسی لیے صادق و صدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "دنیا کی نعمت ہر گناہ کی جڑ ہے" اے

جب انسان نعمت و عافیت کی حالت میں ہوتا ہے تو وہ عموماً حق تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے! از ریاد دولت کی تدبیر میں، اپنے بچاؤ کا خیال، مال کی حفاظت کا بندوبست اس کے فریب کر نے کا انتظام، یہ تمام امور اس کے قلب پر بوجوم کرتے ہیں، اور یہ سب اس کے دل کو سیاہ کرتے اور حق تعالیٰ کی یاد سے غافل کرتے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔

الظُّلْمُ أَكْثَرُ حَسْرَةٍ مُّمَّا كَسَبُوا غَفَلتَ مِیْن رَكَهَاتِكُمْ كِبَرَاتِ كِی حَرَمْتُمْ فِیہَا  
تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو۔

اسی لئے عیش سے بچنے کی ہدایت فرمائی گئی۔ حضور انور صلعم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ "تم نعم سے بچو، کیونکہ اللہ کے بندے عیش کرنے والے نہیں ہوتے (اِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ لَیْسُوْا بِالْمُتَعَمِّیْنَ)

سچ ہے کہ نعمت کا فتنہ مصیبت کے فتنے سے بہت زیادہ سخت ہوتا ہے اور نعمت و مصیبت

لے حب الدنيا من كل خطیئة (سوا الیہتی فی الشعب و ابن ابی الدنیا)

ہر روز ہمارے لئے ابتلا یا آزمائش ہیں! اسی حقیقت کو قرآن حکیم میں حق تعالیٰ اس طرح اظہر فرمایا ہے:

وَقَطَعْنَاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَمَا بَدَأْنَاهُمُ  
 الْمَالِئُونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذَلِكَ وَبَدَأْنَاهُمُ  
 بِالْفِئْسَةِ وَالنَّسَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ  
 ہم نے دنیا میں ان کی مختلف جماعتیں کر دیں  
 ان میں سے بعض نیک تھے اور بعض اور طرح  
 کے اور ہم ان کو خوش حالیوں اور بد حالیوں سے  
 آزماتے رہے کہ شاید باز آجائیں۔

اسی طرح فرمایا:

وَبَلَوْنَكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فَنَسُوا أَلْوَارِنًا  
 اور ہم تم کو بری بھلی حالتوں سے آجھی طرح آزماتے  
 ہیں۔

نعمت و عافیت کی حالت میں مردوس من مشکور ہوتا ہے یہی اس حالت کا ادب ہے۔  
 فَمَوْسِنٌ مَشْكُورٌ عِنْدَ الرَّحْمَاءِ  
 دل و زبان و اعضاء کے شکر ہی سے نعمتیں سلب و نقصان سے محفوظ ہوتی ہیں اور ان میں امانت  
 ہوتا ہے۔

لَسْتُ شَاكِرًا لَّأَنْتَ يَا مُدَنِّمٌ  
 اگر تم شکر کرو تو یقیناً ہم نعمتوں میں اضافہ کرتے ہیں۔  
 خوب سمجھ لو کہ اجابت دعا، رزق و فناء، توبہ و مغفرت کا انحصار اپنی مرضی پر رکھا ہے کہ چاہا تو دیا  
 چاہا تو نہ دیا لیکن شکر کے معاوضہ میں زیادتی نعمت بلا تعلق ہے! اسی لئے حضور انور صلعم نے  
 فرمایا:

مَنْ ذَرَأَتْ إِلَيْهِ نِعْمَةً فَلْيَشْكُرْهَا  
 جس کو نعمت ملے وہ اس کا شکر ادا کرے!  
 نیز، فَلْيَكْثِرِ الدَّعَاءَ عِنْدَ الرَّحْمَاءِ  
 چین و آسائش کی حالت میں زیادہ دعا کرتے رہو  
 زندگی کے تجربے، عادتے، تیز و تھول بہاری آزمائش، ہماری سیرت کی تعمیر و تکمیل ہماری صلاحیتوں  
 کو بیلڈ کرنے، بالقولہی کو بالفعل کرنے ہی کی غرض سے رونما ہو رہے ہیں! ان کی دو قسمیں ہیں سلام

ہذا ملائم اور انسان کے نفس کی بھی دو حالتیں ہیں، تیسری حالت نہیں ایک عاقبت دوسری بلا۔  
 ناملائم یا دردناک حادثات کا اور وہ اس لئے ہوتا ہے کہ ہم بکج روی سے باز آجائیں، شہوتوں کے  
 اتباع سے رک جائیں، سیرت کی اصلاح کریں! سوہانِ قضا ہمارے پیکر خالی کو تختہ و ہموار بنا دے  
 اس کی گچی و خمی کو نمِ دلم کے انگارے سے دور کرتا ہے! یقیناً اقبال!

جہاں ماکہ جز انگارہ نیست      اسپر انقلاب صبح و شام است

ز سوہانِ قضا ہموار گردد

ہنوز این پیکر گلِ ناما است

نفس کی اس حالت کو بلا و مصیبت کی حالت سے تعبیر کیا جاتا ہے!

لام یا نعت و عاقبت کے حالات سے بھی ہماری آزمائش ہوتی ہے اگر ہم ان حالات میں  
 یا در حق سے غافل نہ ہو جائیں، اپنا رخِ حق تعالیٰ ہی کی جانب رکھیں، ان کی نصیحتوں کو انکی مرضی کے  
 مطابق استعمال کریں تو ہم اپنے باطن میں یہ نذر سنتے ہیں۔

أَرَكْفُضُ بِرَبِّكَ هَذَا مُعْتَسِبٌ بِأَمْرٍ ۖ      اپنا پاؤں مارو یہ نہالے کا ٹھنڈا پانی ہے اور  
 شَرَابٌ      (پہ ۱۳۷)

یعنی ہم حق تعالیٰ کی رحمت و رافت، لطف و منت کی دریا سے سیراب ہوتے ہیں، ہم پران کی  
 نعت و ناز و محبت کے دروازے کھل جاتے ہیں، ظاہر و باطن کی نعمتیں ہم پر تمام کر دی جاتی ہیں اور  
 حق تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے ہماری پرورش و پرورش و پرداخت کرتے ہیں اور یہ حالت موت کے  
 وقت تک باقی رہتی ہے اور موت کے بعد وہ اپنے فضل و کرم سے ایسی نعمت عطا کرتے ہیں جس کو کسی  
 آنکھ نے دیکھا اور نہ کان نے سنا اور نہ کسی کے دل پر اس کا خطرہ گذرا!

فَلَا تَلْمِزْ لَكُمْ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (المائدہ ۷۴)  
 ناملائم یا دردناک واقعات و حادثات پر غالب آنے کا طریقہ تعطل، غم، کسل، چین، بزدلی، تم



وینے کو ہی نہیں نہ ہی مزاحمت و مقابلہ سرکشی و سب و شتم ہے بلکہ جیسا کہ اوپر وضاحت کی گئی ہے عادیانہ  
 کے سبق ہدایت سے مستفید ہونا، صبر و استقامت، حکمت و عقل مندی سے اپنی سیرت و اخلاق  
 میں تیسری جگہ کرنا ہے، ہم میں سے اکثر کے لئے اس امر کا اعتراف سخت مشکل ہے کہ ہماری زندگی  
 میں جو کچھ بھی درد و غم، اندوہ و الم کی صورت میں وقوع پذیر ہو رہا ہے اس کی اصل علت خود ہر  
 نفس میں پوشیدہ سرگرم عمل ہوتی ہے! شیخ محی الدین اکبرؒ کی یہ تہدید کہ "یہاں کسبتا و  
 فکت نفع" یہ تیرے دونوں ہاتھوں کی کھائی ہے اور تیرے منہ کی مانگ ہے، "ہمارے سمجھ میں  
 نہیں آتی اور ہم الزام زندگی پر رکھتے ہیں، حق تعالیٰ پر تہمت لگاتے ہیں یا اپنے ہم جنسوں کو  
 متہم ٹھہراتے ہیں، اور اس سبق کو سیکھنے سے انکار کرتے ہیں جو حادثات و الم ناک واقعات کے  
 ذریعہ حق تعالیٰ کی لامتناہی حکمت ہمیں سکھلانا چاہتی ہے ہم ٹوٹے ہوئے دل لے کر ذبیح  
 اٹھتے ہیں کہ "لوگو! دیکھو! میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جا رہا ہے! ایک مصیبت ختم نہیں ہونے  
 پاتی کہ دوسری اس سے زیادہ آفت مجھ پر نازل ہوتی ہے! بتلاؤ! میل کیا تصور ہے! یہ سب ہماری  
 تقدیر کا نوشتہ ہے! ہائے تقدیر!"

گر روم سوئے بحر بر گردد	طلحے دارم آنکہ از پے آب
آتش از رخ فسرده تر گردد	و در دوزخ روم پے آتش
سنگ نایاب چون گہر گردد	و در زکوة التماس سنگ کنم
ہر دو گوشم بحکم کمر گردد	و در گم سلائے برم نزد کس
خاک حالہ بہ نرغ زر گردد	و در بصر روم یحستن خاک
ہر کرا روز گارہ بر گردد	ایں چنین حالہا بہ پیش آید

(مولانا لطف اللہ نیشاپوری)

لیکن سچ بات تو یہ ہے کہ ہمارے روحانی ارتقا کے لئے جن حالات کی ضرورت ہے ہم خود  
 انہیں اپنی طرف جذب کرتے ہیں، ان تمام بلاؤں اور آفتوں کا باعث خود ہم ہیں۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع و مانع الفاظ میں ہماری "ہوی متبع و شیخ مطاع" (خواہشاتِ نفسانی) کا اتباع کیا گیا اور وہ مرض جس کی پیروی کی گئی ہے! جب ہماری آنکھوں سے قنطاری کا پردہ اٹھ جاتا ہے اور ہماری سمجھ میں آ جاتا ہے کہ "از ماست کہ بر ما است" "از ما خیزد بر ما ریزد" اور زندگی میں کمال انصاف ہے تو پھر ہم چیخ اٹھتے ہیں:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْلِبُ الْمَنَاسِقِينَ وَ لَكِنَّ الْمَنَاسِقِينَ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (روم)

بے شک حق تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتے لیکن لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

اب ہم اپنا رخ حق تعالیٰ کی طرف کر لیتے ہیں، "انصار اللہ" بن جلتے ہیں، حق تعالیٰ کی مخالفت ترک کر دیتے ہیں، ان کے قائم کردہ حدود سے تجاوز نہیں کرتے، ان کے قوانین کی پابندی کرنے لگتے ہیں! اسی میں ہماری عظیم الشان کامیابی ہے!

ماحول پر غالب آنے کا بس یہی طریقہ ہے کہ ہم اپنے قلب کا جائزہ لیں اور خارجی مشکلات و آفات کے اسباب و علل کی تلاش "انفس" میں کریں!

اگر ہم دیکھیں کہ حق تعالیٰ کی محبت سے ہمارا قلب عاری یا خالی ہے، دنیوی لذتوں پر شہوتوں سے ملبو ہے، اس کے گرد فریاد و گریہ ہے، اس کے رنگ و بو پر فدا، اس کے "خدا گریہ آمیز" پر قربان، تو ہمیں اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہنا چاہیے کہ:

لَا تَسْرَبْنَكَ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يُغْنِيكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُوسُ۔ اور تمکو دھوکہ باز شیطان اللہ سے دھوکہ

میں نہ ڈالے۔

اور "انفس" کے تغیر کی طرف فوراً متوجہ ہونا چاہیے اور اس وقت کے انتظار میں نہ رہنا چاہیے۔ جب آفات کا نزول ہونے لگے اور ہمیں مجبوراً ایسا کرنا پڑے، کامیابی ہو جائے کہ ہماری سیدہ کاری کی وجہ سے ہمارے قلب کی محبوب ترین چیز

ہم سے چین لی جاتی ہے۔ اور اس وقت ہم شدتِ حزن و فراقِ غم سے ہر ہیز سے لڑتے  
 کرتے ہیں۔ کہ قدموں پر گر جاتے ہیں اور ہمارے قلب سے یہ چیخ نکلتی ہے۔

اللهم انك تسبح كلامي وترى مكاتي اے اللہ تو میری بات کو سنتا ہے اور میری  
 و قلم میری و علائقتی لا یخفی علیک جگہ کو دیکھتا ہے اور میرے پوشیدہ اور ظاہر  
 شئی من امری و انا البائس الفقیر جانتا ہے! تجھ سے میری کوئی بات چھپی

المستغیث المستجیر الرحمن المشفق نہیں رہ سکتی! میں محبت زدہ ہوں،  
 المضر المعترف بذنوبی! امسلك قلب ہوں، فریادی ہوں، پناہ جو پڑھتا ہوں

مسألة المسكين و ایتھل الیک ہوں، ہل ساں ہوں، اپنے گناہوں کا اقرار  
 ایتھال المذنب الذلیل و ادعویٰ کرنے والا ہوں، اعتراف کرنے والا ہوں۔ تیرے

دعاء الخائف الضایر و دعاء اگے سوال کرتا ہوں جیسے بیکس سوال کرتے ہیں  
 من خضعت لك سابقته و فاضت تیرے اگے گرا کر پاتا ہوں جیسے گتے کا ذیل

لك عبرته و ذل لك جنبه و و خوار گرا کر آتا ہے اور تجھ سے طلب کرتا ہے  
 رافم لك انفسه اللهم لا تجعلی جیسے خوف زدہ آفت رسیدہ طلب کرتا ہے

بدا عاتك شقیاً وكن لی سؤفاً رھیماً اور جیسے وہ شخص طلب کرتا ہے جکی گردن  
 یا خیر المسؤلین و یا خیر المعطین۔ تیرے سامنے جھکی ہوئی ہو اور اسکے آنسو

رکز العمال عن ابن عباس و عبد اللہ بن جعفر) بدرجہ ہوں اور تن بون سے وہ تیرے  
 اگے فروتنی کئے ہوئے ہو اور اپنی ناک تیرے سامنے

رگڑا رہا ہو! اے اللہ تو مجھے اپنے سے دعا مانگنے  
 میں ناکاں نہ رکھ اور میری حق میں بڑا مہربان نہایت

رحیم ہو جا! اے سب مانگنے والوں سے بہتر اے  
 سب دیکھنے والوں سے بہتر!!

ہلاکے نزول کے بعد ہم وہی کرتے ہیں جو نزول سے پہلے بھی رضا و رغبت کے ساتھ کر سکتے تھے غم و الم کے انکار سے بھلنے کے بعد اگر ہماری عبدیت کی یہی کیفیت ہوتی تو ہم ہر یہ عذاب ہی نازل نہ ہوتا۔

مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا۔  
 (دشہ ۸)۔ اللہ تعالیٰ تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا۔ اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ۔  
 اور اللہ تعالیٰ بڑی قدر کرنے والا اور خوب جاننے والا ہے۔

عذاب یا درد ناک تجربوں اور مصیبتوں سے بچنے کا طریقہ "ایمان و شکر" ہے عقیدہ و عمل ہے، ایمان باللہ و عمل صالح ہے! یعنی "الانفس" کا تغیر ہے نقطہ نظر کا بدلتا ہے سیرت کی اصلاح ہے، تقویٰ کا پیدا کرنا ہے۔ حق تعالیٰ کا دامن پکڑنا ہے، ان کے ہاتھوں پر عمل کرنا ہے۔ ان کے بتلائے ہوئے طریقوں پر چلنا ہے! ہم خود اپنے ہاتھوں اپنی عاقبت کے خرمین میں آگ لگاتے ہیں، ہم خود اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں ہم خود اپنی جانوں کے دشمن ہیں، ہمارے سوا ہمارا کوئی دشمن نہیں! شیخ ابوسیدہ الخدریؓ نے اس حقیقت کو خوب لکھا ہے:

آتش بدو دست خویش در خرمین خویش چوں خود زده ام چه نام از دشمن خویش  
 کس دشمن من نیست منم دشمن خویش اے وائے من در دست من و دامن خویش  
 اسی لئے حق تعالیٰ نے جو ہمارے مرلی ہیں اور سب سے زیادہ خیر خواہ ہیں، ہم سمجھوں گوا گلوں اور پچھلوں کو، لکھ ہی وصیت فرمائی ہے اور وہ یہی ہے کہ ہم تقویٰ کی زندگی بسر کریں۔

ولقد وصينا الذين اوتوا الكتاب من قبلكم واياكم ان اتقوا الله (دشہ ۱۶)  
 واقعی ہم نے ان لوگوں کو بھی حکم دیا جن کو تم سے پہلے کتاب ملی تھی اور تم کو بھی کہ حکم خداوندی کی اطاعت کرو اور اسکی مخالفت سے بچو یعنی تقویٰ کی زندگی اختیار کرو۔ (ختم شد)